رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

ہفتہ وار

# مملکت

ایڈیٹر۔ میر حسن الدین
مینجنگ ایڈیٹر۔ سید عابد حسین

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ے
شش ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ے
شش ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۳/)

جلد (۹) | ۲۲ تیر ۱۳۵۸ ف | ۲۳ رجب ۱۳۶۸ ھ | ۲۲ مئی ۱۹۴۹ء روز یکشنبہ | نمبر (۲۱)

## اقوام عالم میں انتشار

از

یم ۔ ین ۔ رائے

(۲)

یثاق اوتیاوس کی تکمیل کے معنے اقوام متحدہ کی تحلیل کے ہیں۔ اور دنیا کا دو کیمپ میں منقسم ہوجانا بالآخر جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ یہ کہنا کہ حالات کی یہ رفتار ناگزیر ہے اس بات کو تسلیم کرنے کے برابر ہے کہ نوع انسان کی قسمت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو بصیرت سے محروم ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جمعیت اقوام ناکام رہی اور ادارہ اقوام کا مستقبل بھی کچھ درخشاں نظر نہیں آرہا ہے کیونکہ یہ کسی بلند نصب العین سے متاثر نہیں ہے۔

عالمی حکومت یا "ایک دنیا" کا خواب ایک خوش آئند خواب ہے حالانکہ دنیا اس وقت دنیا متعدد قومی مملکتوں میں منقسم ہے۔ لیکن جب ان قومی مملکتوں کے نمائندے ایک عالمی حکومت کا نعرہ لگاتے ہیں تو اس سے سوائے منافقت کے اور کیا ثابت ہوتا ہے۔ عالمی حکومت اسی وقت قائم ہوسکتی ہے جبکہ قومی مملکتیں ختم کردی جائیں۔ قومیت اور بین الاقوامیت میں تضاد ہے۔ اسی تضاد کی وجہ سے جمعیت اقوام ناکام رہی اور ادارہ اقوام متحدہ میں بھی یہی تضاد موجود ہے۔ ایسی دنیا جو قومی مملکتوں میں منقسم ہو امن سے محروم رہے گی۔

ادارہ اقوام متحدہ کا منشا یہ تھا کہ اس تصادم کو روکا جائے جو قومی مملکتوں میں ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس ادارہ کی ناکامی محتاج ثبوت نہیں۔ مسٹر بیون نے اس تلخ حقیقت کو محسوس کرلیا۔ چنانچہ انھوں نے بمقام پیرس ادارہ اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں کہا تھا "شاید ہم نے بہت بلند امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ بہرحال یہ بہتر ہے کہ ہم اپنی دشواریوں پر اب نظر ڈال لیں بجائے اس کے ہم احمقوں کی جنت میں رہیں"۔ پھر بھی مسٹر بیون نے اس تلخ تجربہ سے کچھ نہیں سیکھا۔ انھوں نے ایک طریقے کے بجائے دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی جو دنیا کو جنگ کی طرف لے جا رہا ہے۔

اقوام متحدہ کی ناکامی کی ذمہ داری سوویٹ روس پر عائد کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن روس کو انتشار پیدا کرنے کا موقع کیوں دیا گیا؟ نزاعی مسئلہ جرمنی کا تھا۔ روس اپنا حصہ لینا چاہتا تھا جس کا وعدہ پوسٹڈم کے معاہدہ میں کیا گیا تھا۔ اگر مغربی دول اس معاہدہ کی پابندی کرتے اور جرمنی کی جمہوری جماعتوں کی مدد کی جاتی تو آج یورپ کی تاریخ مختلف ہوتی۔ مگر اس کا امکان تھا کہ کمیونسٹ پارٹی وقتہ برتری حاصل ہوجاتی۔

بہرحال جرمنی کو کمیونزم سے بچانا آج دشوار معلوم ہورہا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ پرامن طریقہ پر کمیونزم کامیاب ہوجائے۔ جہاں تک یثاق اوتیا کے ذریعہ کمیونزم کو روکنے کا تعلق ہے کمیونسٹ پارٹی تشدد کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ یثاق اوتیانوس کمیونزم کو روکنے میں اس قدر کامیاب نہ ہوسکے گا جس قدر کہ توقع کی جارہی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ اگر سرخ فوج مغرب کی طرف حرکت کرے تو وہ دریائے رائن تک پہنچ جائے گی۔ اور اس کو روکا نہ جاسکے گا۔ اور مغربی جرمنی کے سیاست داں فاتح کے ساتھ ہوجائیں گے۔ اگر اس طرح جرمنی کمیونزم کے حوالہ ہوسکتا ہے تو پھر اتنے سال اس مسئلہ کو نزاعی بنا کر ادارہ اقوام متحدہ کو ناکام کیوں کیا گیا؟ اگر جرمنی کا مسئلہ اچھی طرح حل کردیا جاتا تو سوویٹ روس مایوسی محسوس نہ کرتا اور دوسرے معاملات میں اس کی روش معقول ہوتی۔ ادارہ اقوام متحدہ کو خود اس کے بانیوں نے ناکام کردیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سیاسی اعتبار سے دنیا کا قومی مملکتوں میں منقسم ہوجانا دنیا کو امن سے محروم کردیتا ہے۔ قومی مملکتیں اپنا اقتدار ترک کرنے تیار نہیں ہوسکتے اور جب تک قومی مملکتوں پر بین الاقوامیت غالب نہ آجائے نوع انسان جنگ کی بربریت سے محفوظ نہیں ہوسکتی۔

۷۸۶

ہفتہ وار

# مملکت

۲۴ تیر ۱۳۵۸ ف

## تبدیلیٔ قلب کی ضرورت

مسٹر نرسنگ راؤ نے اپنے ایک حالیہ صحافتی بیان میں فرمایا ہے کہ موضع باہال تعلقہ سیڑم ضلع گلبرگہ کے مسلمانوں کو از سر نو بسانے کی کوشش کی گئی مگر مسلمان کرتا با ہونے نہیں پائے۔ کوشش اس امر کی گئی تھی کہ ان مسلمانوں کی اراضیات کو مع مکانات واپس کروا دیا جائے مگر یہ مسلمان اپنی زمینات سے بے دخل کر دئے گئے اور ان کا رہا سہا اثاثہ بھی لوٹ لیا گیا۔ ان واقعات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے مسٹر نرسنگ راؤ فرماتے ہیں کہ یہ واقعات صرف موضع باہال تک محدود نہیں ہیں اور مقامات سے بھی اسی قسم کی اطلاعیں وصول ہو رہی ہیں۔ غیر سماجی عناصر کی مذمت کرتے ہوئے مسٹر نرسنگ راؤ نے اپنے بیان کے آخر میں یہ سوال پیش کیا ہے:

> ہماری سوسائٹی کے جتنے شرفاء اور اکابر ہیں اب انہیں اس امر پر بھی غور کرنا ہے کہ اگر یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہنے دیا گیا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور اس کی انتہا کہاں ہوگی؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تنگ آکر چند مسلمان پاکستان جائیں گے تو تب بھی حیدرآباد کے تمام مسلمان پاکستان نہیں جائیں گے اور یہاں رہنے والے مسلمان کس طرح زندگی بسر کریں گے؟ دیہات کے ہندو اس کی مخالفت کرتے رہیں گے کہ مسلمان دیہات میں از سر نو آباد ہو کر زراعت میں مصروف ہو جائیں اور شہر کے مسلمانوں کے لئے روزگار کا ذریعہ کیا ہوگا؟ ہمارے تمام شرفاء اور اکابرین قوم کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ وہ ... کہ آبادی کو بے روزگار رہنے دیں گے تو ملک کی پر امن ترقی اور خوشحالی کا انتظام کرنا کس طرح ممکن ہے جب ملک میں اتنی بڑی اقلیت کے ارکان بے روزگار رہیں تو اکثریت کے ارکان کے لئے بھی چین کی نیند لینا بھی ناممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا سماج کی بہترین اور وسیع تر مفاد میں اس وقت اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ شرفاء و اکابرین قوم اور خاص کر کانگریسی قائدین کھلے طور پر غنڈوں کی مذمت کریں تاکہ وہ سوسائٹی میں بالکل ذلیل ہو جائیں اور قانون کے لئے آسانی ہو جائے کہ ایسے غیر سماجی عناصر کو اپنی گرفت میں لے۔

مسٹر نرسنگ راؤ نے جس خلوص اور ہمدردی سے یہ بیان جاری کیا ہے اس کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے سارے مسائل جسی ہیں۔ صرف ایک مسئلہ اہم ہے جس کا ذکر مسٹر نرسنگ راؤ نے اپنے بیان میں کیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ۱۷ ستمبر کے بعد جبکہ تمام بلاد مسلم اقتدار ختم ہو چکا مسلمانوں کو اس طرح مصائب کا شکار کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں ایک سیاسی دوسرا معاشی۔ ہم نے اپنے ۲۰ فروری کے اداریہ میں عرض کیا تھا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد حیدرآباد کے مسلمانوں کے خلاف ہندوستان کے طول و عرض میں پریس اور پلیٹ فارم سے ایسا شدید پروپگنڈہ کیا گیا کہ ناواقف لوگ یہ باور کرنے پر مجبور ہو گئے کہ حیدرآباد کا مسلمان ظالم اور خونخوار ہے ہندو رعایا پر ظلم اور دکن کے ہندو باشندوں کا دشمن ہے۔ اگر ایسے پروپگنڈے کا منشا یہ تھا کہ دکن میں مسلمانوں کا نام نہاد سیاسی اقتدار ختم ہو جائے تو وہ ۱۷ ستمبر کو ختم ہو گیا۔ مگر معاشی اعتبار سے مسلمانوں کی تباہی میں ہمارے ہندو بھائیوں کا کیا فائدہ مضمر ہو سکتا ہے۔ مسلم ملازمین کی علحدگی، مسلم پیشہ داروں کی زمینات سے بے دخلی اور مسلم تاجروں کی تباہی سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ سابقہ پروپگنڈہ کا اثر اب تک باقی ہے۔ اب ہندو اکابر کا فرض ہے کہ وہ ہندو عوام کو بتائیں کہ مسلمان وہ نہیں ہیں جو ہندوستان کے پریس اور پلیٹ فارم سے ظاہر کیا گیا ہے۔ انہیں یہ بھی واضح کر دینا چاہئے کہ دکن کے مسلمانوں نے اپنی سات سو سالہ تاریخ میں کبھی اپنے ہندو بھائیوں کی جان و مال، عزت و آبرو، ثقافت اور مذہب کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اگر ہندو اکابران تاریخی حقائق کو ہندو عوام کے سامنے لائیں اور اس پروپگنڈے کے اثر کو زائل کر دیں جو سابق میں کیا گیا تھا تو یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ہندو عوام کی ذہنیت بدل جائے گی اور وہ مسلمانوں کو بھی اپنے جیسا ایک شہری سمجھنے لگیں گے۔ ذہنیت کی اس طرح تبدیلی کے بعد غیر مذہبی مملکت قائم ہو سکتی ہے اور غیر مذہبی مملکت ہی میں یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ کسی شہری کا مذہب کیا ہے اور ہر شہری زندگی کے مختلف شعبوں میں مساویانہ حصہ لے سکتا ہے۔ جب تک ہمارے قائدین اکثریتی فرقہ اور اقلیتی فرقہ کی اصطلاحات میں سوچتے رہیں گے غیر مذہبی مملکت کا تصور عملی جامہ نہیں پہن سکتا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ سب سے پہلے تبدیلی قلب کی کوشش کی جائے۔ مگر ذہنی نفسیاتی تبدیلی آسان نہیں۔ اس کے لئے کافی وقت اور مسلسل جدوجہد درکار ہے۔ اس طویل المیعاد پروگرام کے روبہ عمل آنے تک خاموش رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے اس سے قبل اپنے متعدد اداریوں میں اس مسئلہ کے بعض فوری پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی تھی اور چند تجاویز بھی پیش کی تھیں۔ دیہاتوں میں جو مسلمان لٹ چکے ان کے متعلق ہم نے کہا تھا کہ اگر دیہی علاقوں میں کچھ مسلمان ہوں تو حکومت کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ ایک منصوبہ کے تحت انہیں ایسے مقامات پر منتقل کر دے جہاں مسلمانوں کی آبادی کو اکثریت کہی جا سکتی ہے۔ مستقل کے حیدرآباد میں مسلمانوں کی اکثریت صنعتی مراکز کے گرد و پیش سکونت پذیر ہو گی تاکہ وہ کسب معیشت کے وسیع تر ذرائع سے استفادہ کر سکے۔ اگر حکومت وقت ایک پلان کے تحت مسلمانوں کو شہروں کے آس پاس بسا دے تو حکومت کا درد سر ہمیشہ کے لئے کم ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا معاشی مستقبل صنعتی مراکز سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کو روزمرہ معاشی ابتری سے بچانے اور مستقبل میں ان کی معاشی حالت کو سدھارنے سے

متعلق ہم نے چند تجاویز پیش کی تھیں اور متعدد بار ان تجاویز کو ان صفحات پر دہرایا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ میں بھی ان تجاویز پر غور نہیں کیا گیا۔ اس لئے آج پھر ان تجاویز کو دہراتے ہیں:۔

(۱) سرکاری ملازمتیں صدیوں سے مسلمانوں کا سب سے بڑا ذریعہ معاش رہی ہیں۔ حکومت کو یہ حق ہے کہ مسلمانوں کو ہٹا کر ہندوؤں کو مامور کرے مگر انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ مسلمانوں کو دوسرے پیشوں میں مصروف کیا جائے تاکہ وہ بیروزگاری کا شکار نہ ہو جائیں۔

(۲) مسلمانوں کو شہروں کے آس پاس بسایا جائے۔ تجارتی، صنعتی اور پیشہ ورانہ وسائل کو پیش نظر رکھ کر ایسے مقامات منتخب کئے جائیں جہاں ان کو از سر نو آباد کیا جا سکے۔

(۳) سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو یہ طے کرے کہ کس مقام پر کس نوعیت کے صنعتی اور تعلیمی ادارے قائم کئے جا سکتے ہیں۔

(۴) حکومت کی نگرانی میں ایک مرکزی بیت المال قائم کیا جائے اور مسلمانوں کی ایک کمیٹی کے ذریعہ زکوٰۃ اور اوقاف کی رقم نیز مخیر مسلمانوں کے عطایا جمع کئے جائیں۔ حکومت اپنا ایک نمائندہ اس کمیٹی میں رکھے تاکہ حکومت مطمئن ہو سکے کہ بجز تعلیمی، ثقافتی اور معاشی امور کے کسی اور مقصد کے لئے بیت المال کی رقم صرف نہیں کی جا رہی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ مسٹر [illegible] ساؤ اور ان جیسے مخلص اور دردمند ہندو اکابر ملک کے وسیع تر مفاد اور غیر مذہبی مملکت کے تصور کو صورت پذیر کرنے کی خاطر یہ مسائل اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں، اور حل کر سکتے ہیں۔ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے محض اخباری بیانات یا غیر سماجی عناصر کی مذمت کافی نہیں۔ اس کے لئے عملی اقدام کی ضرورت ہے۔

# کونسل آف یورپ

از

ڈبلو۔ این۔ ایور

"کونسل آف یورپ" کے بننے سے پہلے بعض حلقے اس کی اہمیت کے متعلق بہت مبالغہ آمیزی سے کام لے رہے تھے لیکن اس کی تشکیل کے بعد اس کی اہمیت کو کم سمجھا جا رہا ہے۔

فیڈریشن کے حامی قدرتی طور پر اس سے مطمئن نہیں ان کی رائے میں یورپ کی مصیبتوں کا علاج فیڈرل حکومت ہے جسے بہت سے معاملات میں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس حد تک تو نہیں جاتے مگر ان کی یہ خواہش ضرور تھی کہ ایک محدود حلقہ عمل میں کونسل مکمل اختیارات کی مالک ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کونسل کو کسی قسم کا اختیار یا اقتدار حاصل نہ ہوگا۔ وزراء کی کمیٹی صرف متفقہ طور پر فیصلے کر سکتی ہے اور اسمبلی میں صرف سفارشات کر سکتی ہے جنہیں کوئی ممبر اسٹیٹ قبول کرے یا نہ کرے۔ اس کے علاوہ کونسل کا دائرہ عمل محدود اور مبہم سا ہوگا۔ دفاعی مسئلے کونسل کے آئین سے بالکل نکال دیئے گئے ہیں۔ یہ مسائل پہلے سے ہی برسلز معاہدہ اور اٹلانٹک پیکٹ میں شامل کئے جا چکے ہیں۔ معاشی مسئلوں کو اگرچہ صاف طور پر کونسل کے دائرہ عمل سے باہر نہیں رکھا گیا ہے مگر وہ پہلے سے ہی یورپی معاشی اشتراک عمل کی آرگنائزیشن کے سپرد ہیں یہ آرگنائزیشن بڑی کامیابی سے کام کر رہی ہے اگر کونسل اس کام میں دخل انداز ہو تو خواہ مخواہ گڑبڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کونسل کے آئین میں معاشی، سائنٹفک، کلچرل، قانونی اور سماجی باتوں کا ذکر آیا ہے۔ یقینی طور پر اس میدان میں کونسل کے لئے کافی کام ہے لیکن جیسا کہ کچھ دن ہوئے لندن میں ایک افسر نے کہا تھا یہ کہنا مشکل ہے کہ ان معاملات میں کونسل کے فرائض کیا ہوں گے۔

آئین کے غیر واضح ہونے میں فائدہ ہے۔ کونسل پر خاص قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ ایک محدود حلقہ عمل میں اسے پوری آزادی ہوگی۔ یہ تو ایک تجربہ ہے۔ اگر یہ کامیاب رہا تو کونسل اپنا اثر اور اختیارات بڑھانے میں کامیاب ہو جائے گی اگرچہ اس کے فیصلوں کو قانونی طور پر نافذ نہ کیا جا سکے گا۔

کونسل کا آئین کافی لچکدار ہے اسے حالات کے مطابق بدلا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے کامیابی نصیب ہو، ایک سخت قسم کا آئین مشکلات اور رکاوٹوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا اور ان رکاوٹوں کا راستہ میں حائل ہونا لازمی بات ہے۔

دس ممالک کے وزرا جنھوں نے یہ آئین مرتب کیا ہے پوری آزادی سے کام نہیں کرتے۔ ان پر بہت سی باتوں پر پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔ وہ رائے عامہ اور لوگوں کی خواہش کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ان ممالک کے باشندوں کی اکثریت کو اس بات کا حق تو ہے کہ ان آزاد ملکوں کے درمیان اشتراک عمل ہو مگر وہاں کے لوگ یہ خواہش نہیں رکھتے کہ ان کے ملک آزادی ترک کر کے اپنے آپ کو ایک یونین کا حصہ بنا لیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسی خواہش پیدا ہو جائے مگر یقینی طور پر اس وقت یہ خواہش موجود نہیں اور نہ ہی اسے طاقت کے زور سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

کونسل کا مستقبل چاہے جو کچھ بھی ہو اس کا عالم وجود میں آنا بے معنی نہیں۔ اس کا قیام ظاہر کرتا ہے کہ مغربی یورپ کی اقوام یہ خواہش رکھتی ہیں کہ وہ اشتراک عمل سے کام کریں۔ یہ خواہش قرون وسطیٰ سے لیکر آج تک یورپی اقوام کے دلوں میں پیدا نہیں ہوئی تھی بیس برس سے پہلے جب موسیو بریاں نے یورپی فیڈریشن کی تجویز پیش کی تھی یہ خواہش بالکل مفقود تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یورپی فیڈریشن نہ بن سکے مگر مغربی اقوام کے دلوں میں مل کر کام کرنے کا جو جذبہ پیدا ہو گیا ہے وہ دنیا کی سیاست کو ضرور متاثر کرے گا۔ عالمی سیاست میں اس جذبہ کی آج کل بڑی اہمیت ہے۔ کامن ویلتھ کی اقوام میں تو اشتراک عمل (باقی

# سیاسی نمک پارے

از

## کشاف

بالتقصید :-

لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر منشی نے آریہ سماجیوں کو یاد دلایا کہ اب ان کی وہ پرانی حیثیت باقی نہیں رہی ہندوستان میں ہندو مسلم دشمنی اگر پوری طرح مری نہیں تو حیدرآباد کے خاتمہ اور مجالس مقننہ میں مسلمانوں کے لئے محفوظ نشستوں کے طریقے کے ختم ہوجانے کے بعد اب مر رہی ہے ۔ (اسوسی ایٹڈ پریس)

---

پنڈت نہرو جی نے ایک تقریر میں کہا کہ :-

سیواجی ہندوستان کی عظیم المرتبت شخصیتوں میں سے ایک ہے ۔ سیواجی بدیسیوں کی غلامی سے آزادی دلانے والوں میں سے تھے ۔

کیا سیواجی کے زمانہ میں بھی بدیسی انگریز حکمراں تھے ؟

---

دکن نیوز کا بیان ہے کہ :-

سوامی راماننده تیرتھ نے دہلی میں سردار پٹیل سے ملاقات کی ۔

نادرن نیوز بمبئی اطلاع ہے کہ :-

سوامی جی نے سردار پٹیل سے ملاقات نہیں کی ۔

سوامی جی خاموش ہیں اور "دکن نیوز" کے متعلق سوچتے ہوں گے ۔

دیکھتی نادان کی ہے کا زیاں ہوجائیگا

---

عربی زبان کی کہاوت ہے کہ چیزیں اپنی اصل سے پہچانی جاتی ہیں ۔ (پیام مورخہ ۱۲ ار ستمبر)

عربی زبان کی کہاوت کا حوالہ رجعت پسند تھا ہے ۔ کیا اردو سی زبان کی کوئی کہاوت نہیں مل سکی ۔

---

مسٹر جناح داؤد ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ :
تمام منشور جاودہ دار کا پرتو کی دامس پر

---

غور کرنا ہے کہ ریاست کی (۱۵) لاکھ آبادی (مسلمانوں) کو بیروزگار اور بے چین رکھ کر ملک کی پرامن ترقی اور خوشحالی کا انتظام کرنا کس طرح ممکن ہے !-

معاصر "پیام" کا مشورہ ہے کہ مسلمان عوامی "ہند و ہند" میں حصہ لے کر سرکاری ملازمتوں پر جائیں اور اس طرح بیروزگاری کا مسئلہ حل کرلیں ۔

---

اخباروں کو چاہئے کہ ہندوستان اور پاکستان میں خیرسگالی کی فضا پیدا کریں ۔ (ایک سرخی)

یہ کام لیڈروں کا ہے ۔ اخبارات تو لیڈروں کا محض طنبورہ ہوتے ہیں ۔

---

اخباری اطلاع ہے کہ :-

مسلم کنونشن کا ایک جلسہ ڈاکٹر لطیف کی صدارت میں مولانا نوراللہ حسینی کے مکان پر منعقد ہوا جس میں مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ سیاسی جماعتوں سے الگ رہیں ۔

اتنی کتابات لکھنے کے لئے ملک کے سب سے بڑے مفکر کو آٹھ مہینے سوچنا پڑا ۔

---

مسلم کنونشن نے مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ :-

وہ اپنی معاشی بحالی ، نوآبادکاری و تعمیر جدید کے تعمیری مزدوری کام میں حکومت اور ملک کی سیاسی جماعتوں سے پورا پورا تعاون کریں ۔

مسلمان اس مشورہ کے بغیر بھی یہی کر رہے ہیں مگر مسلم کنونشن کس مرض کی دوا ہے ؟

---

اسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع ہے کہ :-

ہندوستان کے گورنر جنرل مسٹر راجگوپال چاری تیرو وناملائی میں ایک مندر کی درگن کی رسم انجام دیں گے ۔

مسٹر راجگوپال چاری گورنر

---

جہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ خانگی حیثیت سے یہ رسم انجام دیں گے کیونکہ مذہب ایک خانگی معاملہ ہے اور انڈین یونین ایک غیر مذہبی مملکت ہے ۔

---

بمبئی کی اطلاع ہے کہ :-

جمعیت علماء نے اپنے اجلاس منعقدہ بمبئی میں تمام مسلمانان ہند کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جمعیت علماء میں شریک ہوجائیں ۔

اب ہمیں یقین آگیا کہ ہندوستان انقلاب سے گزر رہا ہے ۔ ایسے انقلاب سے جس میں عالم اور جاہل کا کوئی امتیاز نہیں رہا ۔

---

برلن کی ناکہ بندی برخاست ہونے پر معاصر "پیام" نے لکھا ہے کہ :-

اس سے عالمی سیاسیات میں سوویٹ یونین کا موقف اب بہت زیادہ طاقتور ہوگیا ہے ۔

بعض رجعت پسندوں کا خیال ہے کہ سوویٹ روس نے ریکی نامہ پیش کر دیا ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب !-

---

ہندوستان دولت عامہ کے اندر بھی رہے گا اور باہر بھی ۔ (اخباری سرخی)

بیکار مباش کچھ کیا کر
مرا چوں ببرد حساب انمد

# مغربی جرمنی میں جمہوری حکومت

از

ڈبلیو۔ این۔ ایور

مغربی جرمنی میں دستور سازی کے کام میں تعطل پیش آ رہا ہے۔ کرسچن ڈیموکریٹس چاہتے ہیں کہ فیڈریشن میں شامل ہونے والی ریاستوں کو مرکز کے مقابلہ میں زیادہ اختیارات دیئے جائیں۔ سوشل ڈیموکریٹس مرکزیت (مرکز کو زیادہ اختیارات دینا) کے حامی ہیں۔

بدقسمتی سے اس جھگڑے کو اتحادی فوجی گورنروں کے اس اصرار کے ساتھ غلط ملط کر دیا گیا ہے کہ آئین کے مسودہ میں چند تبدیلیاں کر دی جائیں۔

یہ بحران کافی شدید ہے اور اس کے نکلنے کا راستہ ابھی تک دکھائی نہیں دیتا لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ بنیادی طور پر یہ جرمنی کا اندرونی جھگڑا ہے اور اس کا قبضہ قانون کے ساتھ جس میں اتحادی حکام اور جرمنی کے مستقبل کے تعلقات واضح کئے گئے ہیں صرف بالواسطہ طور پر تعلق ہے۔

مجموعی طور پر جرمنوں نے قبضہ قانون کا خیر مقدم کیا ہے صرف کمیونسٹوں نے اپنی عادت کے مطابق اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سوویٹ روس کے خلاف سازش ہے۔ اگر اس قانون کا استقبال نہ کیا جاتا تو بہت بری بات ہوتی کیونکہ اس نئے قانون کے پاس ہو جانے سے اتحادی حکام اور جرمنی حکام کے تعلقات میں بڑی بھاری اہم تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔

اب تک اتحادی فوجی حکومت ہی جو ۱۹۴۵ء میں قائم کی گئی تھی جرمنی کی واحد قانونی حکومت تھی۔ تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جرمنی کی انتظامی عدالتی اور قانون ساز جماعتیں جو اس وقت موجود ہیں وہ فوجی گورنروں کی قائم کی ہوئی ہیں۔ اور وہ ان کو جوابدہ ہیں اب تک اقتدار اعلیٰ کی مالک اتحادی فوجی حکومت رہی ہے۔

فوجی حکومت کی اس پوزیشن میں پوری تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ظاہری طور پر اقتدار اعلیٰ برطانوی، امریکی اور فرانسیسی حکومت کے پاس رہے گا لیکن درحقیقت بہت سے معاملات میں مکمل اختیارات جرمنی کے حوالہ کر دئے جائیں گے جو نئے قانون کے تحت قائم کی جائیں گی۔ فیڈرل حکومت اور فیڈریشن میں شامل ہونے والی ریاستوں کو اس قانون کی مانگی ہوئی چند پابندیوں کو چھوڑ کر مکمل اختیارات حاصل ہوں گے۔

بیشک ہے کہ ظاہری طور پر یہ پابندیاں کوئی ہیں۔ اتحادی ہائی کمیشن کو فیڈرل یا صوبائی حکومت کے پاس کئے ہوئے قانون کو رد کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ یہ بڑا اختیار کی بھی ایک فہرست ہے جو اتحادی ہائی کمیشن کے پاس ہوں گے۔ اس کے علاوہ جرمنی اور جرمنی کی جمہوری حکومت کے تحفظ کے لئے اتحادی کنٹرول از سر نو قائم کیا جا سکتا ہے۔

ان تمام باتوں کا مطلب یہ ہے کہ مغربی جرمنی کے عوام کا امتحان ہو رہا ہے۔ جنگ کے خاتمے کے صرف چار سال بعد ان کو یہ ثابت کرنے کا موقع دیا جا رہا ہے کہ آیا وہ ایک جمہوری اور خود اختیاری حکومت چلانے کے اہل بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اگر انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ جمہوری حکومت چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں تو پابندیوں کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

اتحادیوں نے جو اختیارات اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں وہ زیادہ تر ہنگامی اختیارات ہیں۔ جب تک جرمن ملک میں ہنگامی حالات پیدا نہیں کر دیتے ان اختیارات کو استعمال میں لانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

قبضہ کے باقی عرصہ میں اتحادی کنٹرول کو محدود کر دیا جائے گا۔ اتحادی حاکم صرف یہ دیکھیں گے کہ جرمن از سر نو مسلح ہو کر جنگ کی تیاریاں تو نہیں کر رہے اور نازیت کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش تو نہیں ہو رہی وغیرہ وغیرہ۔

ویسے کنٹرولوں کا اس وقت تک ہونا نہایت لازمی ہے۔ جب تک مغربی جرمنی کی نئی حکومت یہ ثابت نہیں کر دیتی کہ وہ واقعی جمہوری مستحکم اور پر امن ہے۔ ان کنٹرولوں کو چھوڑ کر اب مغربی جرمنی کی حکومت پوری خود اختیاری حکومت ہو گی۔

اتحادیوں نے جو طریقہ مغربی جرمنی میں اختیار کیا ہے اس کی بنیاد اصول ارتقاء پر رکھی گئی ہے۔ برطانوی کامن ویلتھ کی نشوونما میں یہ طریقہ بہت کامیاب رہا ہے۔

اس طریقہ کی کامیابی کے آثار پہلے سے عیاں ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں فوجی حکومتوں نے جرمنی کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس وقت ان کو کوئی اور صورت نظر نہیں آتی تھی۔ نازی سسٹم کے ختم ہونے سے ملک کی تمام انتظامی مشینری درہم برہم ہو گئی تھی۔ اتحادی افسروں کو براہ راست کی ذمہ داری اٹھانا پڑی نہیں تو ملک میں طوائف الملوکی پھیل جاتی۔ اتحادیوں کے سپاہیوں اور افسروں نے رات دن کام کر کے ملک کو قحط اور لاحکومتیت سے بچا لیا۔

آہستہ آہستہ جرمنوں کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ حکومت کے معاملات سے دلچسپی لینا شروع کریں اور ذمہ داری سنبھالیں۔ مقامی اختیار ادارے قائم کئے گئے اور جرمنوں کو اس بات کا موقع دیا گیا کہ وہ ان اداروں کو چلائیں۔ اتحادی حکومت صرف ان پر نگرانی کرتی تھی۔

اتحادی خصوصاً مغربی اتحادیوں کی پالیسی یہ رہی کہ جرمنوں کے دلوں سے ڈکٹیٹر شپ کے اثرات نکال کر ان کو حکومت خود اختیاری کی راہ پر لایا جائے۔

اس نشوونما کی طرف نیا قانون اور نیا آئین بڑے اہم اقدامات ہیں۔ یہ عمل یہاں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ ابھی جاری رہے گا۔ قبضہ قانون میں صاف طور پر یہ بتلایا گیا ہے کہ ایک سال کے بعد تمام باتوں کا اس مقصد کے لئے پھر سے جائزہ لیا جائے گا کہ آیا جرمن حکام کے انتظامی عدالتی اور قانون سازی کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے یا کہ نہیں۔

اس ترقی کے باقی منازل کتنی جلدی طے ہوں گی اس کے متعلق پہلے سے کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ اس بات کا انحصار جرمن عوام اور جرمن لیڈروں پر ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ اس موقع کا جو انہیں دیا گیا ہے بہتر استعمال کرتے ہیں کہ نہیں۔

## برما کی جنگ آسام کی سرحدوں تک

رنگون ۱۵ رمئی۔ آج رات میں ایک سرکاری اعلامیہ میں ظاہر ہے کہ مغربی برما کی چن پہاڑیوں پر سرکاری افواج اور باغیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی (۲۵) باغی موت کے گھاٹ اتر گئے اور آسام برما سرحد کے مشرق میں تقریباً (۵۰) میل دور کالیوا کے قریب ایک تصادم میں ۱۵ باغی زیر حراست آئے۔ کالیوا کے جنوب مغرب میں ۳۰ میل دور فالام کے قریب سرکاری افواج نے باغیوں کو پسپا کر دیا اور (۱۰) باغی ہلاک کئے گئے۔ پہلے کی ایک اطلاع کی رو سے اس علاقہ میں کمیونسٹ اپنی سرگرمیاں جاری کئے ہوئے ہیں۔ اعلامیہ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ رنگون کے جنوبی ضلع ہنتاوادی میں سرکاری افواج نے کیرن ہیڈ کوارٹر واقع کو تھا پر اپنے ایک حملہ کے دوران میں باغیوں کو زبردست جانی نقصانات پہنچائے۔ ایک موافق حکومت اطلاع میں آج بتلایا گیا ہے کہ وسطی برما کے کیرن ہیڈ کوارٹرز ٹونگو پر برمی شاہی فضائیہ کے طیاروں نے زبردست بمباری کی ہیڈ کوارٹرز بموں کی راست زد میں آئے جس سے زبردست آگ بھڑک اٹھی۔

ادھر سرکاری افواج تھٹون سے جنوبی جانب بڑھ رہی ہیں اور ایک اطلاع کے مطابق تھٹون کے شمال میں (۱۵) میل پر واقع کمیونسٹوں کے زبردست مورچے پائی ہاؤ کے مضافات میں داخل ہو گئی ہیں۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع کے مطابق کمیونسٹوں نے اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور رنگون [illegible] کے ساتھ [illegible]

(باقی صفحہ ۲)

# غیر مذہبی مملکت

## ملازمتوں میں فرقہ واری تناسب کیوں؟

ایک تو ہماری حکومت اور اس کے ارباب حل و عقد اپنی تقریر و تحریر اور بلند بانگ دعووں کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کی حکومت خالص غیر مذہبی اور لادینی حکومت ہے۔

اور دوسری طرف ہمارے سامنے بہت سی ایسی مثالیں ہیں جن کے پس منظر میں مذہبی رجحانات کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ سرکاری طور پر اگر ان چیزوں کا مظاہرہ ہو تو وہ اس حکومت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے جو خود کو غیر مذہبی حکومت کہتی ہے۔ اور اس بات کی مدعی ہے کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔!

ہم اس بات کو بھی صاف کر دینا چاہتے ہیں ہمیں اپنی حکومت کے ان ارباب سیاست و کشور کی نیتوں اور ارادوں پر تو متعلق کوئی شبہ نہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستان کو بالکل غیر مذہبی ریاست بنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اب کیا ہمارے بہت سے ذمہ داران حکومت بھی اسی غیر مذہبی جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہیں جو پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور ان کے دوسرے رفقاء کار کا ہے۔

اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ غیر مذہبی اور لادینی حکومت کا بلند و پاکیزہ تخیل کبھی بھی شرمندہ عمل نہیں بن سکتا۔!

دور کیوں جائیے حال ہی میں مسٹر نسیم حسین نے جو حلف وفاداری اٹھایا ہے اسی کو دیکھ لیجئے۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے کسی نہ کسی طریقہ سے سرکاری حیثیت ضرور اختیار کر لی تھی۔ ہمارے نزدیک اردو ہندی کا قضیہ، دیوناگری اور نستعلیق رسم الخط کا جھگڑا، ذبیحہ گاؤ کے انسداد کی کوشش، رسم و رواج، لباس، معاشرت وغیرہ کی تبدیلیوں کے تقاضے سب کے سب کسی نہ کسی شکل میں کیا مذہبی رجحانات و میلانات کے غماز نہیں ہیں۔

یہ بات الگ ہے کہ دکھانے کے لئے اس طرح بحث کی جائے کہ اوپر سے وہ مذہبی نہ محسوس ہوں۔!

مگر کہیں کہیں تو مذہب کیا؟ خالص فرقہ واریت ہمارے سامنے آ جاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بار پھر ہندو اور مسلمان کے تفرقہ انگیز امتیازات کے ماتحت انہی تناسب قائم کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے۔ یہ ملازمتیں یا یہ ہندو اور مسلمان کا امتیاز کیوں؟ ملازمت کے لئے تو محض صلاحیت اور قابلیت کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ مگر بدقسمتی سے یہاں بھی وہی فرقہ پرستی اور مذہبی کارفرما نظر آ رہا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ ہندوستان کسی ایک فرقہ یا مذہب کا ملک نہیں۔ اس ملک کی عظیم ترین بدقسمتی تو یہی ہے کہ یہ متعدد مذہبوں اور ملت اور فرقوں کا مذہب ہے اس لئے اس ملک پر حکومت کرنے والی جماعت کو بڑی سختی اور پوری ایمانداری کے ساتھ ہر مذہب و ملت کو اپنی حدود میں آزادی دینے کے بعد یہ التزام کرنا ہے کہ سرکاری حیثیت سے کہیں بھی کسی مذہب کی جانبداری کا شائبہ نہ پیدا ہو۔ اس غیر جانبدارانہ حکمت عملی کو کامیاب بنانے کی سب سے بڑی ذمہ داری ان افسروں پر عائد ہوتی ہے جن کی ایک بڑی تعداد مرکز کی جنیادی منصوبوں کے خلاف اندرونی طور پر اپنی من مانی کارروائیاں کر رہی ہے اپنی غلط کارروائیوں کی وجہ سے مرکزی حکومت کی جانب سے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں اور یہی وہ بے عنوانیاں ہیں جو کسی وقت پورے نظام کو بدنام بنا سکتی ہیں۔

انگریزی غلامی کے دور میں باہمی اتفاق و اختلافات کے جو بیج بوئے گئے تھے ان کو آج پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ لیکن یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس غیر مذہبی اور لادینی حکومت کے اندر ہمارے ہی بھائیوں کی کارروائی و پود سے برگ و بار لا رہے ہیں جنہیں اب تک کبھی کا ختم ہو جانا چاہئے تھا۔

اگر ہمیں ہندوستان کی حکومت کو مضبوط و مستحکم بنانا ہے اور دنیا کے ممالک میں ممتاز و سربلند بنانا ہے تو ہمیں مذہب کو سیاست اور امور حکومت سے بالکل علیحدہ رکھنا ہوگا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ہندوستان کو بے دین اور دہریہ بنا دیں اور نہ غیر مذہبی اور لادینی حکومت کے تصور میں کسی بے دینی اور دہریت کا کوئی دخل ہو سکتا۔

حکومت کے افراد اپنی نجی زندگی میں ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی ہوں مگر اپنی سرکاری ملازمت میں ان کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کے خلاف ہو رہا ہے کہ کہیں کہیں اور کبھی کبھی ہو رہا ہے تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ ہم اپنے ملک اسے

---

فرقہ پرستی کی لعنت کو اور فرقہ پرستوں کی ذہنیت کو ہرگز دور نہیں کر سکے!

اور جب تک ہم اس لعنت اور ذہنیت کو دور کرنے میں ناکام رہیں گے اس وقت تک نہ ہم ترقی کر سکیں گے اور نہ ہمارا ملک آگے بڑھ سکے گا! (مدیر)

## برما کی جنگ آسام کی سرحدوں تک

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

جنوبی جانب راہ فرار اختیار کر گئے ہیں۔ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ رنگون کے دو سو میل شمال میں بمقام نیانگلی بن پر کیرن باغیوں کے اجتماع پر سرکاری افواج نے بمباری کی جس سے کیرن باغی تتر بتر ہو گئے۔

سرکاری ذرائع نے آج یہاں بتلایا کہ برما حکومت نے برطانیہ سے آٹھ گن بوٹ حاصل کئے ہیں جو آئندہ چند ہفتوں کے اندر پہنچ جائیں گے انہوں نے بتلایا کہ گن بوٹ کا یہ آرڈر دولت مشترکہ کی امداد کے اعلان سے بہت پہلے دیا گیا تھا۔ ان گن بوٹوں کو ایراوری ڈیلٹا میں باغیوں کے خلاف استعمال کیا جائے گا جو چاول کی کاشت کا علاقہ ہے۔ کیرنی ریاست کے ارباب اقتدار نے رنگون کے دو ہوائی جہازوں کے ذریعہ تمام کیرنی ریاست میں پمفلٹ گرائے جس میں تمام کیرنی عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ آپس میں متحد ہو جائیں اور ان سے کہا گیا ہے جو باغی کیرن ملک بھر میں شورش برپا کئے ہوئے ہیں انہیں بے ترتیب گھٹنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ پمفلٹوں میں تمام کیرنی عوام سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ برمیوں کے دیگر عوام کے ساتھ متحد ہو جائیں اور باغیوں کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں۔

## فلسطینی پناہ گزینوں کا مسئلہ

لوزان (ہوائی ڈاک) اسٹار کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے کہ عرب اور اسرائیلی وفود کے ساتھ اقوام متحدہ کے مفاہمتی کمیشن کی ابتدائی گفت و شنید میں یہ سوال طے نہیں ہوا کہ آیا لوزان کا نفرنس مکمل طور پر ایک امن کانفرنس کی شکل اختیار اختیار کرے گی یا محض عارضی صلح کے بعد کی گفت و شنید ہی برقرار رکھے گی۔ کمیشن کی کامیابی کا دار و مدار پناہ گزینوں کے مسئلہ کے متعلق اس کے طرز عمل پر ہے اور اس مسئلہ کا حل آسانی سے معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم ہوا ہے کہ کمیشن کے سامنے ایک اسکیم ہے جسے وہ مناسب وقت آنے پر پیش کرے گا لیکن وہ اس بات کا منتظر ہے کہ جب دونوں فریق اس کے

# طرابلس میں برطانیہ مردہ باد کے نعرے

ریپولی (طرابلس) ۱۰ مئی۔ اقوام متحدہ میں برطانیہ کی پیش کی ہوئی اس تجویز کے خلاف کہ ۱۹۵۱ء میں طرابلس کو مطالبی تولیت میں منتقل کر دیا جائے۔ آج عربوں نے یہاں نہایت پرجوش اور غضبناک مظاہرے کئے۔ حریت پسند عربوں کے نعروں سے فضائیں گونج رہی تھیں اور ہر طرف ایک ہیجان و اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ عین اس وقت جبکہ جوش و غضب میں ڈوبے ہوئے "برطانیہ مردہ باد" اور "اللہ اکبر" کے نعرے لگا رہے تھے پولیس نے اشک آور گیس کے بم پھینکے۔ ان تازہ ہنگاموں میں (۲۶) عرب اور پولیس کے دو ارکان زخمی ہوئے۔ اس طرح اتوار کے روز کے ان مظاہروں میں ایک عرب شہید ۵۰ عرب زخمی، پانچ ارکان طرابلسی پولیس زخمی اور ایک انگریز کانسٹبل زخمی ہوا ہے۔

آج طرابلس میں جو کہ برطانیہ کے زیر انتظام ہے ہیجان و اضطراب نے ایک نئی ہولناک صورت اختیار کر لی۔ جب کہ مقامی قائدین کی ایک تنظیم "نیشنل کانگریس" نے جو پورے طرابلس کی قیادت کی دعوے دار ہے شہری نظم و نسق کو مطلع کر دیا کہ نیشنل کانگریس نے ایک عام سول نافرمانی کا اعلان کر دیا ہے۔

مقامی حکومت اس وقت نہ صرف ان مظاہروں سے دوچار ہے بلکہ ایک عام ہڑتال سے بھی نمٹ رہی ہے۔ کل جب ایک جوشیلے ہجوم نے سول اور فوجی پولیس پر سنگباری کی طرابلس میں فوراً ہی ایک ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا۔ اطالیہ کو ۱۹۵۱ء میں طرابلس کی تولیت حوالے کرنے کی برطانوی تجویز کے خلاف عربوں کا غم و غصہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے۔ مشرقی طرابلس کے عربوں نے بھی آج مغربی طرابلس کی طرح برطانیہ کے خلاف احتجاج شروع کر دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ طرابلس الغرب میں مظاہرین اپنے جوش و غضب کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں لیکن طرابلس الشرق میں یہ احتجاج کی ابتدا پرامن طریقہ پر ہوگی۔

آج یہاں جدیدہ کے میدان میں ایک پرامن جلسہ منعقد ہوا جس میں مقامی قائدین نے تقریروں کے ذریعہ طرابلس کے اتحاد اور آزادی کامل کی پوری قوت کے ساتھ حمایت کی اور قیام تولیت کی برطانوی سازش کو مذموم قرار دیا گیا۔ جلسے کے اختتام کے بعد پورا اجتماع ایک پرامن جلوس کی صورت میں نعرے لگاتے ہوئے امیر سید محمد ادریس سنوسی کی قیام گاہ پر پہنچا جہاں بعد میں کسی حادثہ کے بغیر مظاہرین کو منتشر کر دیا گیا۔

# طرابلس کی تقدیر کا فیصلہ

فلوشنگ میڈوز۔ ۲۰ مئی۔ سابق اطالوی نوآبادیات کا مستقبل آج رات مشکوک ہو کر رہ گیا ہے اور یہ امکان دکھائی دے رہا ہے کہ جنرل اسمبلی اس سوال کو کسی فیصلہ کے بغیر آئندہ اجلاس تک ملتوی کر دے گی۔ آج آخری لمحات میں پورے انہماک و شدت کے ساتھ اس بات کی کوشش کی جا رہی تھی کہ بیون۔ سفورزا اسکیم کے لئے جس کو سیاسی کمیٹی میں قبولیت حاصل ہو چکی ہے ضروری تائید حاصل کی جائے۔ اس اسکیم میں کلیدی حیثیت پیراگراف ۱۵ (ھ) ہے جس کی رو سے ۱۹۵۱ء تک طرابلس پر برطانیہ کی تولیت حاصل رہے گی جس کے بعد اس کو اطالوی تولیت میں دے دیا جائے گا۔ سیاسی کمیٹی میں اس پیراگراف کو ضروری دو تہائی اکثریت حاصل نہ ہوگی۔ بعض لاطینی امریکی ملکوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر اس پیراگراف کو دو تہائی اکثریت حاصل نہ ہو تو وہ مجبوراً پوری اسکیم ہی کی مخالفت کریں گے۔ اگر یہی نوبت پیدا ہوگی جیسا کہ بعض ناظرین کے خیال میں ہونے والا ہے تو جنرل اسمبلی کا اجلاس نوآبادیاتی مسئلہ کے کسی پہلو کو طے کرنے کے بغیر ختم ہو جائے گا۔ رائے شماری کے موجودہ توازن کے اعتبار سے چار ممالک ایران، افغانستان، ہائٹی اور لائبیریا کے ہاتھوں میں ان نوآبادیات کا مستقبل ہے اور ان چاروں نے ابھی رائے دینے سے احتراز کیا ہے۔ عرب مندوبین پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ایران و افغانستان کو فی الوقت گروپ میں لائیں۔

# پرانا ڈھانچہ بدستور باقی ہے؟!

نئی دہلی ۔ ۱۰ مئی۔ ہندوستان کے آزاد جمہوریہ بن جانے کے سلسلہ میں کافی دستوری اور تحریری تگ و دو ہوگی لیکن ایک عام ہندوستانی شہری کو اس کی روزمرہ زندگی میں خاص فرق محسوس نہ ہوگا۔ نئے دستور سے ملک میں آزادی کی نئی لہر نہیں دوڑے گی بلکہ اس سے رسمی طور پر ہندوستان کی طویل غلامی کے آخری روایات کو مٹا دیا جائے گا۔ خاص تبدیلیاں جن کا امکان ہے یہ ہوں گی (۱) گورنر جنرل کا عہدہ جو برطانوی شاہی کا نظری طور پر مظہر تھا برخواست کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ پریسیڈنٹ کا انتخاب عمل میں آئے گا (۲) کسی سرکاری عہدہ دار کے تقرر کی توثیق کے لئے اب برطانیہ کی منظوری کی ضرورت باقی نہ رہے گی (۳) سرکاری مراسلات، دفاتر دستاویزات اور مختلف مقامات سے الفاظ "ڈومینین"، "ہز میجسٹی"، "امپیریل"، "برٹش" وغیرہ جو پہلے سرکاری طور پر استعمال کئے جاتے تھے اب نکال دئے جائیں گے (۴) کسی معاملہ میں برطانیہ سے اظہار وفاداری کا کوئی مسئلہ باقی نہ رہے گا۔ اور ملک معظم کی سالگرہ کا دن قومی چھٹی کا دن باقی نہ رہے گا۔ خود ہندوستان میں بھی گزشتہ دو سال سے ان عنوانات کے متعلق سوائے تقاریر کے کوئی عملی کام نہیں ہوا جب سے کہ ہندوستان کو نوآبادیاتی درجہ ملا ہے ہندوستان برطانیہ یا کسی دوسرے ملک کے احکام کی تعمیل کا پابند نہیں ہے گورنر جنرل چکرورتی راجگوپال اچاری نے رسمی طور پر ملک معظم کے نمائندے کے فرائض انجام دئے لیکن وہ اپنی مرضی سے اس جوئے کو اتار پھینک سکتے تھے۔ اکثر مبصرین کا خیال ہے کہ راج گوپال اچاری ہندوستان کے پہلے پریسیڈنٹ ہوں گے۔ یہ عہدہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ گورنر جنرل کا ہے سیاسی اہمیت کے لحاظ سے یہ درجہ وزیر اعظم سے بھی زیادہ ہوگا۔ ہندوستان کی دیرینہ آزادی کی تمنا میں مزید تاخیر دستور کی [illegible] سے واقع ہو رہی ہے مجلس دستور ساز کو ابھی مہینوں کام کرنا ہوگا۔ اگر کام پر وقت پورا ہو جائے تو جمہوریہ کا اعلان ۱۵ اگست ۱۹۴۹ء آزادی کی دوسری سالگرہ کے موقع پر ہو سکے گا۔ اگر کام ختم نہ ہو سکے تو کوئی دوسری مناسب تاریخ کا انتخاب کیا جائے گا۔ بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ جمہوریہ کا اعلان ۲ اکتوبر کو ہو۔ گاندھی جی کی پیدائش کا دن ہے فارمولا جو گزشتہ کامن ویلتھ کانفرنس لندن میں مرتب کیا گیا ہے اس طور پر ہے کہ نئی جمہوریہ ہند اس میں شریک رہ سکے گی ہندوستان کی خواہش کی تکمیل میں وزراء نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کر دیا کہ "برٹش" کا لفظ حذف کر دیا جائے اور ملک معظم کو کامن ویلتھ کا جماعتی صدر تسلیم کر لیا جائے۔ کامن ویلتھ کے فیصلہ کے اعلان کا مشترکہ طور پر خیر مقدم کیا گیا۔ اگرچہ اکثریت سے مبصرین کا خیال ہے کہ ہندوستان کو حاصل شدہ مراعات پنڈت جواہر لال نہرو اور ہندوستان کی شاندار کامیابی ہے لیکن بعض مبصرین یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ محض الفاظ کا ہیر پھیر کیا گیا ہے اور پرانا ڈھانچہ بدستور باقی ہے۔

# کونسل آف یورپ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

کا زبردست جذبہ پایا جاتا ہے۔

اب مغربی یورپی ممالک اشتراک عمل کی راہ پر گامزن نظر آتے ہیں اور نئی کونسل کا قیام اس بات کی نشانی ہے اس لحاظ سے نئی کونسل کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

# پنڈت نہرو کی قرارداد پر مولینا حسرت

## موہانی کی تنقید

مسٹر پامو ور مسودہ پر کی تائید کرتے ہوئے مولانا حسرت موہانی نے وزیر اعظم سے سوال کیا کہ کیوں حکومت ہند برطانوی دولت مشترکہ پسند کرتی ہے۔ کیوں ہندوستان ایک واضح راہ اختیار کرے اور ایک اشتراکی جمہوریت نہیں بنا سکے جس کے بعد وہ دوسرے آزاد ممالک سے ذمہ دارانہ اشتراک کی اساس پر معاہدہ کر سکتا ہے۔

مولانا نے اس امر پر اظہار حیرت کیا کہ وزیر اعظم نے جنوبی آفریقہ کینیڈا اور آسٹریلیا جیسے ممالک سے بھی اتحاد کا رشتہ جوڑا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جب وہ پنڈت نہرو کی مسٹر چرچل اور ڈاکٹر ملان سے ملاقات کی خبر پڑھتے تو انھیں بہت ہی رنج و ملال ہوا کیونکہ دونوں ہندوستان کے پیدائشی دشمن ہیں۔

انھوں نے کہا کہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وزیر اعظم کی ذہنیت سراسر کیسے بدل گئی۔

مولانا حسرت موہانی نے کہا کہ میں یہ تصور کرنے پر مائل ہوں کہ یہ نہ صرف ہندوستان کی آزادی کے منافی ہے بلکہ تمام ایشیائی ممالک کی جدوجہد حصول آزادی کی نفی کرتی ہے۔

مجھے شبہ ہے کہ یورپی سامراجیت پسند ہم کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ ہالینڈ نے انڈونیشیا کا جمہوریت بنا صرف اس شرط پر قبول کیا ہے کہ وہ فرانسیسی سلطنت میں شامل رہے۔ ان سامراجیوں نے نئے الفاظ اور نئے اصطلاحات وضع کر لئے ہیں جیسے کہ جمہوری مملکت، نوآبادیاتی جمہوریت مجھے اس اعلان میں ان کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

مولانا نے کہا کہ ہندوستان ایشیائی ممالک کی جدوجہد آزادی کی نفی کر رہا ہے اور بالواسطہ طور پر ان کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ بھی وہی راہ اختیار کریں جو ہندوستان نے اختیار کی ہے۔

مولانا نے یہ تجویز کی کہ ہندوستان کو پوری طرح غیر جانبدار رہنا چاہئے اور اگر ہندوستان کو کسی ایک گروپ میں شریک ہونا ہی ہے تو پھر اس کو سوویٹ روس کی مدد تک غیر جانبدار رہنا چاہئے۔

اس کے بعد پنڈت ہردے ناتھ کنزرو نے دولت مشترکہ کے بارے میں لندن کے تصفیہ کو قومی مفاد کے لئے نہایت ہی مفید بتلایا۔ پنڈت کنزرو نے کہا کہ اس کی مخالفت اس وجہ سے کی جاری ہے کہ عام طور پر دولت مشترکہ میں ہندوستان کی

# اشتہار

اشتہار حاضری فرنقانیہ عدالت منصفی تعلقہ جی تور ضلع پربھنی واقع ۲۰ ماہ ... ۱۳۵۸ ف۔ باجلاس رائے ہند کشور صاحب بی۔اے، ایل۔ایل۔بی منصف

عدد وارہ ... زوجہ ... قوم مرہٹہ ... عمر ۴۰ سال پیشہ زراعت ساکن ... تعلقہ جی تور بنام۔ فریقانیاں۔ (۱) ڈگروبا ولد ... قوم مرہٹہ عمر ۶۰ سال پیشہ زراعت ساکن ... تعلقہ جی تور (۲) گوپال ولد بالاجی عمر ۵۵ سال قوم و پیشہ و سکنہ صدر (۳) دھوبا ولد ... عمر ۴۰ سال قوم و پیشہ و سکنہ صدر (۴) گوپال ... عمر ۵۰ سال ... (۵) کاشی بائی عمر ۴۰ سال زوجہ ... قوم و پیشہ ... و سکنان صدر (۶) ڈگروبا ولد گنگارام عمر ۵۵ سال قوم و پیشہ و سکنہ صدر (۷) رام بھاؤ ولد رام ... عمر ۳۵ سال قوم و پیشہ و سکنہ صدر۔ نوعیت مقدمہ بحالی قبضہ تحت دفعہ ۲۷۴ ضابطہ دیوانی سرکار جانے بابتہ سروے اور حصہ اراضیات سروے ... ۲ ایکڑ ۲۳ گنٹہ حاصل ... ۲۹ ایکڑ ۲۰ گنٹہ حاصل ... موضع ... واقع موضع ... تعلقہ جی تور۔ بنام۔ گوپا بائی زوجہ کشن راؤ قوم مرہٹہ عمر ۵۰ سال پیشہ زراعت ساکن موضع ... تعلقہ جی تور۔ لہذا بذریعہ اشتہار فریقانیہ ... کو اطلاع دی جاتی ہے کہ متعدد مرتبہ تمہارے نام سمن جاری کئے گئے لیکن سمن کی تعمیل مکان ... لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۴ امرداد ۱۳۵۸ ف وقت (۱۰) ساعت اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی کرو۔ بصورت غیر حاضری کارروائی ضابطہ ہوگی۔ فقط

شرکت کو دولت مشترکہ پر ایک احسان تصور کیا جا رہا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کوئی غلطی نہیں ہو سکتی یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے دولت مشترکہ میں رہنے سے دولت مشترکہ کے ممالک کو فائدہ ہے لیکن اس سے زیادہ بڑی اہم حقیقت یہ ہے کہ دولت مشترکہ میں رہنے سے ہندوستان کو بہت سے فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان کا معاشی رفاہی اور تحقیقاتی مفاد اسی میں مضمر ہے کہ وہ دولت مشترکہ میں رہے۔ ہندوستان برطانیہ سے معاشی اور سائنسی امداد حاصل کر سکتا ہے نیز ہندوستان کے اعلیٰ فوجی تربیت کی سہولتیں بھی جا سکتا ہے۔

ناقدین کو جواب دیتے ہوئے کہ موجودہ اسمبلی اس کی توثیق کی مجاز نہیں ہے موصوف نے کہا کہ اگر اس توثیق سے باہمی اشتراک و اتحاد میں تقویت ہوتی ہے اور اس سے مشرق و مغرب میں قریبی رشتہ پیدا ہو سکتا ہے پھر توثیق سے کیوں گریز کیا جائے۔ دستور ساز مجلس آئندہ تصفیہ کے لئے پوری طرح آزاد ہے۔ یہ کوئی معاہدہ نہیں ہے اگر ہندوستان (۵) سے دولت مشترکہ سے (۱۲) ماہ کی نوٹس دے کر بھی علحدہ ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کوئی نیا اتحاد نہیں پیدا کر رہا ہے وہ صرف اپنے پرانے دوستوں کی دوستی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

ہیں اور وہ اب دوسری جنگ میں کودنا نہیں چاہتے۔ ایک رپورٹر نے پوچھا کہ ہندوستان کی صنعتی ترقی کے سلسلہ میں اس مغربی ممالک سے ارتباط رکھنے میں کیا روس سے دشمنی پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ مسز پنڈت نے جواب دیا میں سمجھتی ہوں ہند کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ سب ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے پوری دنیا سے دوستی رکھ کر ہندوستان کو بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ اس لحاظ سے جو ممالک کی دوستی سے اس کی امداد کے حاصل کرنے میں دوسروں کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ کامن ویلتھ کے نئے معاہدہ کے تحت کیا برطانیہ ہندوستان سے مساویانہ سلوک کر رہا ہے۔ تو مسز پنڈت نے جواب دیا کہ ہندو برطانیہ کے تعلقات دوستانہ ہیں یہ ایسا ارتباط ہے کہ میں خیال کرتی ہوں کہ باہمی فائدہ کے باعث ہوگا اس طرح برطانیہ ہندوستان سے اچھا سلوک کر رہا ہے۔ خارجی سرمایہ سے متعلق کہا کہ جن صنعتوں میں خانگی سرمایہ ہے ان میں ہندوستانی بیرونی سرمایہ کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھے گا۔ بعض صنعتوں میں خالص ہندوستانی سرمایہ رہے گا لیکن دوسری صنعتوں میں بیرونی سرمایہ کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اور میرا ایقان ہے کہ بیرونی سرمایہ کو ہندوستان میں مطلق کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

# روس جنگ نہیں چاہتا

جس زمانہ میں کہ میں ماسکو میں تھی مجھے یہی محسوس ہوا کہ روسی نہ تو جنگ کے خواہاں ہیں اور نہ وہ اس کے لئے تیار ہیں۔ گزشتہ جنگ سے وہاں کے اکثر لوگ ...

(بقیہ صفحہ ۲)

... اقوام متحدہ کی کارگزاری کم ہو جائے۔

کمیشن کے ممبروں کو یقین ہے کہ اگر ایک مرتبہ بات کر ... متنازعہ علاقوں میں ... ہو گی تو دوسروں ... کے سوالوں کا آسانی سے تصفیہ ہو سکتا ہے۔ کمیشن کے امریکی صدر ... نے ... بیان کیا ... کہ ... ہو جائے گا ... ہندوستان ... 